اکبرالٰہ آبادی اور تصورِ تعلیمِ نسواں

عامرہ رسول

Amira Rasool

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Akbar Elah Abadi's concept of female education: studying Akbar Elah Abadi poetry there come in the mind instantly the image of person who was a diehard adversary of English civilization and culture. He intensely hated not only English civilization but also English language. English education and even Egnlish government. It is said that an important reason for such opposition was that he loved his own civilization too deeply and he could never compromise upon it. He was not in favour of women;s education. He was obsessed with the fear that after learning English Language and adopting English civilization the women would destroy their own civilization. And a shamelessness would pervade instead of modesty. That is why he attacked women's educations in humorous and ironical tone at various places in his poetry. In this article and attempt has been made to delineate Akbar Elah Abadi's concept of feminine education.

اکبرالٰہ آبادی کے کلام کا مطالعہ کرتے وقت ہمارے ذہن میں فوراً ایک ایسے شخص کا تصور آتا

ہے جو انگریزی تعلیم اور تہذیب وثقافت کے شدید مخالف تھے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی گردانی جاتی ہے شاید انہیں اپنی تہذیب سے بہت زیادہ محبت تھی اور وہ اس پر کمپرومائز نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اکثر محققین کا یہ بھی خیال ہے کہ انہوں نے سرسید کی مخالفت میں ہر طرح کی آزادی اور ترقی کی مخالفت کی۔ محمد حسن اس کی نفسیاتی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''ان کے اندر بھی ویسی ہی مقبولیت، ویسے ہی اعزاز وعظمت کی تمنا کروٹیں لیتی رہی جو ان کے ہم عصر سرسید کو حاصل تھی۔ لیکن قوم وملت نے سرسید کی جیسے قدر شناسی کی۔ اکبرالہ آبادی اس سے محروم رہے۔''(۱)

سرکار برطانیہ کے اگر چہ وہ بھی نمک خوار تھے لیکن ان کو صرف خان بہادری کے لائق سمجھا گیا جبکہ سرسید کو ''سر'' کے خطاب سے نوازا۔ شاید یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ سرسید کے لیے رشک اور دشمنی کے جذبات اکبرالہٰ آبادی کے اندر بھڑ کنے لگے۔ اس لیے اکبرالہٰ آبادی نے اپنی شاعری میں سرسید کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنادیا۔

دیکھا جائے تو کسی بھی سماج یا افراد کی صحیح تربیت کے لیے بہترین وسیلہ حصول تعلیم ہے۔ تعلیم سے انسان کی زندگی منظّم ہوجاتی ہے لیکن تعلیم صرف ڈھیروں کتابیں پڑھنے کا نام نہیں بلکہ تعلیم کے ذریعے انسانوں اور جانوروں کے درمیان تفریق کا پتہ چلتا ہے۔ تعلیم کے ذریعے انسان اپنی صلاحیتوں کو پہنچانتا ہے۔ تعلیم صرف مردوں کے لیے مخصوص نہیں یہ عورتوں کے لیے بھی اتنی ہی لازم ہے۔

اکبرالہٰ آبادی کے نزدیک تصور تعلیم نسواں کی کوئی اہمیت دکھائی نہیں دیتی کیونکہ اکبرالہٰ آبادی نے اپنی شاعری میں جا بجا عورتوں کی تعلیم کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کے نزدیک انگریزی تعلیم عورت کو بے حیا بنادے گی اور وہ گھر کی چاردیواری کی عزت کو فراموش کر کے آزادانہ زندگی کو اپنالیں گی۔ اس خیال کا اظہار وہ اپنے شعر میں یوں کرتے ہیں:

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمع انجمن پہلے چراغ خانہ تھی

اکبرالہٰ آبادی کو یہ خوف لاحق ہوگیا تھا کہ عورتیں انگلش کی پڑھائی سیکھ کر یا انگریزی تہذیب کو اپنا کر اپنی تہذیب کو تباہ کردیں گی اور شرم وحیا کی جگہ بے حیائی عام ہوجائے گی۔ ان کو یہ تصور لرزادیتا ہے کہ جب پڑھی لکھی لڑکیاں باہر نکلیں گی تو منظر بہت ہی دلخراش ہوجائے گا۔ اس خوف کو وہ اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

گھر سے جب پڑھ لکھ کے نکلیں گی کنواری لڑکیاں
دل کش و آزاد و خوشرو ، ساختہ پرداختہ
یہ تو کیا معلوم کیا موقعِ عمل کے ہوں گے پیش

ہاں نگاہیں ہوں گی مائل اس طرف بے ساختہ
ان سے یہی فقط اسکول ہی کی بات کی
یہ نہ بتلایا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی

اکبرالہٰ آبادی نے اپنی شاعری میں جابجا طنز و مزاح کے انداز میں عورتوں کی تعلیم پر چوٹ کی ہے۔ وہ تعلیم نسواں کو بہتر مستقبل کے حوالے سے نہیں دیکھتے یا ان کا ذہن ترقی یافتہ ہونے کے باوجود دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے ذہن میں ایک انجانا سا خوف بیٹھ گیا کہ اگر عورتیں پڑھ لکھ جائیں گی تو معاشرے میں بے شرمی عام ہو جائے گی۔ وہ اپنے خوف کو اس انداز میں اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں:

میں بھی گریجویٹ ہوں ، تو بھی گریجویٹ
علمی مباحثے ہوں ذرا پاس آکے لیٹ
دونوں نے پاس کر لیے ہیں سخت امتحان
ممکن نہیں کہ اب ہو کوئی ہم سے بدگمان
بولی یہ سچ ہے علم بڑھا جہل گھٹ گیا
لیکن یہ کیا خبر ہے کہ شیطان ہٹ گیا
ایک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو سنوارا
ایک پیر نے تہذیب سے لڑکی کو سنوارا
پتلون میں وہ تن گیا یہ سائے میں پھیلی
پاجامہ غرض یہ ہے کہ دونوں نے اتارا

صغریٰ مہدی اپنی کتاب ''اکبر کی شاعری کا تنقیدی مطالعہ'' میں بتاتی ہیں کہ میں نے بیگم خواجہ حسن نظامی سے ایک انٹرویو کیا تو انہوں نے بتایا کہ اکبر عورتوں کی تعلیم کے مسئلے پر اکثر گفتگو کرتے تھے:

> ''اکبر کہتے ہیں کہ میں عورتوں کی تعلیم کا مخالف نہیں انہیں تعلیم ملنی چاہیے۔ ان کی مذہب سے واقفیت ہونا بھی ضروری ہے۔ انھیں حفظانِ صحت کے اصولوں سے بھی واقف ہونا چاہیے۔ حساب کتاب بھی آنا چاہیے اور اخلاقی اور سبق آموز کتابیں بھی ان کے مطالعے میں رہنی چاہیے تاکہ وہ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کر سکیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کی تعلیم کے تو مخالف نہ تھے مگر اس حق میں تھے کہ عورتوں کو دینی تعلیم حاصل کرنا چاہیے جو امورِ خانہ داری، بچوں کی تربیت اور شوہر کی رفاقت میں معاون ثابت ہوں۔'' (۲)

اکبر اور روسو کے خیالات عورتوں کی تعلیم کے حوالے سے ایک دوسرے کے مشترک ہیں۔ جیسا کہ روسو اپنے ناول (Emile) میں لکھتا ہے:

"The first and most important quality of a women is gentleness. Made to obey a person as amperfect as man, often so full of vices and always so full of faults. She ought carly leran to suffer even injustice and to endure the wrongs of a husband without complains and it is not for him but for herself that she ought take gentle."(3)

روسو کی طرح اکبر بھی عورتوں کی زندگی کا مقصد صرف مرد کی خدمت اور غلامی سمجھتے ہیں۔ان کے نزدیک عورتوں کی زندگی گھر کی چار دیواری، بچے پیدا کرنا، شوہر کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ وہ اپنی شاعری میں کہتے ہیں:

تعلیم عورتوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں
دو اسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم
قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

اکبر کی شاعری میں دو طرح کی عورتوں کا تصور ملتا ہے۔ایک مشرقی عورت اور دوسری مغربی عورت۔ان کے نزدیک مشرقی عورت قابل احترام ہے جبکہ مغربی عورت مال مفت۔لیکن یہاں اکبر کی سوچ بہت ہی ناپختہ نظر آتی ہے۔ وہ مغربی عورت کا مذاق اڑاتے ہوئے حد سے گزر جاتے ہیں۔عورت ہر سوسائٹی میں قابل عزت ہونی چاہیے۔ کیونکہ ان کے ہاں دو غلا تصور نظر آتا ہے۔ایک طرف تو وہ عورت کی عزت کو بے پردہ ہونے سے بچانے کے لیے انگریزی تعلیم سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں دوسری طرف مغربی عورتوں کے حسن و جمال کو ڈھال بنا کر بے حرمتی کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ان کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لیڈیوں سے مل کے دیکھو ان کے انداز و طریق
ہال میں ناچو، کلب میں جا کر کھیلو ان سے تاش
سامنے تھی لیڈیانِ زہرہ وش جادو نظر
یاں جوانی کی امنگ اور ان کو عاشق کی تلاش

اکبر الہ آبادی جیسا پڑھا لکھا بندہ انگریزوں کے ظلم و استبداد کا بدلہ عورتوں کو ننگا کر کے لیتے نظر آتے ہیں۔صرف سرسید کی مخالفت میں اتنا بڑا اقدم قابلِ ستائش نہیں۔سرسید اور ان کے رفقاء نے تو عورت کی عزت و تکریم کے لیے بہت کچھ لکھا۔اگر سید محمود اور جسٹس امیر علی نے عورتوں کی تعلیم کا لائحہ عمل

تیار نہ کیا ہوتا اور اسکول کھولنے اور عورتوں کے لیے نصاب ترتیب دینے کی کوشش نہ کی ہوتی تو شاید اس کام کی شروعات میں مزید تاخیر ہوتی۔

ہوسکتا ہے یہ بات درست ہو کہ اکبرالہٰ آبادی نے سرسید سے مخالفت کی وجہ سے یہ سب کچھ اپنی شاعری میں کیا ہو لیکن اس مخالفت کی دھن میں اکبر نے ہندوستان کی ایک بہت بڑی آبادی کو شدید نقصان پہنچایا۔ ان کی اس قدامت پسند سوچ نے مسلمانوں کو ترقی کی راہ پر آگے بڑھنے سے روکا۔ اکبر نے تعلیمِ نسواں کے خلاف آواز اٹھا کر پوری قوم کو گمراہ کیا۔ انہوں نے عورتوں کی انگریزی تعلیم کی ایسی بھیانک تصویر معاشرے کے سامنے پیش کی کہ والدین نے اپنی لڑکیوں کو تعلیم سے دور رکھنے میں بہتری سمجھی اور سرسید بھی ایک حد تک ان کے اس تنقیدی رویے کو برداشت کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے وہ بھی تعلیمِ نسواں سے ایک حد تک لاپرواہ رہے۔ ڈاکٹر شہناز نبی اپنی کتاب ''تانیثی تنقید'' میں کہتی ہیں:

> ''سرسید کی لاپروائی کا ایک سبب اکبر کی مخالفتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ شاید سرسید تنقیدی بوچھاروں کا مقابلہ ایک حد تک کرنے کی استطاعت رکھتے تھے۔ تعلیم نسواں کے سلسلے میں سرسید کی بے توجہی خود سرسید کی دور بینی اور دانشمندی پر ایک سوالیہ نشان لگاتی ہے۔'' (۴)

جب سرسید جیسے رہنما اور ترقی یافتہ رہبر ہی عورتوں کی تعلیم کے بارے میں ایسے خیالات رکھنے لگیں تو وہ لوگ جو سرے سے ہی عورت کی تعلیم کے مخالف ہوں اور عورتوں کی تعلیم کو ان کی بے شرمی اور بدکرداری سمجھتے ہوں ان کا نظریہ کتنا بدتر ہوسکتا ہے۔ عبدالرزاق کانپور کے نزدیک اکبر نے ظریفانہ شاعری صرف ''اودھ پنچ'' کی فرمائش پوری کرنے کے لیے کی تھی وہ صرف سرسید کی مخالفت میں اتنا آگے چلے گئے۔ نقوش آپ بیتی نمبر میں عبدالرزاق کانپوری لکھتے ہیں:

> ''میں نے سید اکبر حسین سے ایک موقع پر سوال کیا کہ آپ جیسے مذہبی شخص نے ظریفانہ شاعری کیوں اختیار کی اور سرسید اور کالج کے خلاف مضامین کس بنا پر لکھنا شروع کیے، ہنس کر فرمایا کہ یہ رنگ اودھ پنچ کے مضامین کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور ظریفانہ مذاق بھی اس زمانے کے ماحول کا نتیجہ تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ شہرت و ناموری کا ذریعہ اس عہد میں اخباری مضامین ہی تھے۔ لہٰذا اکبر حسین سے جو غلطی ہوئی وہ معافی کے قابل ہے اور مجھے بھی یہ خبر ہے کہ اخیر دور میں سید اکبر حسین کے احباب نے بھی ان کو سرسید اور کالج کی مخالفت سے منع کیا تھا۔ چنانچہ ان کی شاعری کا رنگ اس کے بعد بدل گیا تھا۔'' (۵)

ان تمام باتوں کے باوجود اکبرالہٰ آبادی ایک پڑھے لکھے اور باشعور شاعر تھے۔ ان کی شاعرانہ بصیرت سب کے سامنے عیاں تھی۔ ان کی تعلیم نسواں کی مخالفت کے پس منظر میں سرسید کی

مخالفت کے علاوہ یہ عنصر بھی شامل ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی تہذیب سے بہت مانوس تھے۔ان کے سینے میں اپنی قوم کے لیے، اپنی تہذیب کے لیے بے پناہ عشق تھا۔ وہ اپنے کلچر کا زوال نہیں دیکھنا چاہتے لیکن عورتوں کی تعلیم کے حوالے سے جو رویہ ان کا تھا اس سلسلے میں ان کے نظریات سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا لیکن تہذیب وثقافت کو اپنانے اور محفوظ رکھنے کا پیغام درست ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد حسن، سید، طنزیہ ادب کی نفسیات اور اکبرالہ آبادی کی طنزیہ شاعری، ص:۷۔٦

۲۔ صغریٰ مہدی، ڈاکٹر، اکبر کی شاعری کا تنقیدی مطالعہ، دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۱ء، ص:۸۲

3. William, H.Par, Rousseau's Emile, P-270

۴۔ شہناز نبی، ڈاکٹر، تانیثی تنقید، کلکتہ: یونیورسٹی آف کلکتہ، ۲۰۰۹ء، ص:۸۴

۵۔ نقوش، آپ بیتی نمبر، مدیر: محمد طفیل، لاہور: جون ۱۹٦۴ء، ص:۴۲۹۔۴۲۸

☆......☆......☆